

اسلام کا قانونِ تعزیر

☆ _____ ڈاکٹر عبدالعزیز عامر

تعزیری سزاء کے مقاصد

اسلامی شریعت میں تعزیری سزا کی تجویز کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو تنبیہ کی جائے اور لوگ جرائم سے باز آجائیں، لوگوں کی اصلاح کی جائے اور انہیں تہذیب و روشناس کرایا جائے، اگرچہ اس کے علاوہ بھی بعض مقاصد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی شریعت نے ان تمام سزاؤں کو منع کر دیا جن میں ان مقاصد سے تجاوز کیا جاتا ہے۔ مثلاً اسلامی قانون نے مجرم کو مارنے پٹنے اور اذیت دینے سے منع کر دیا، انسان کی انسانیت کو برباد کرنے سے روکا۔ اور ایسی تمام تعزیرات کو موقوف کر دیا جن کے نتیجے میں انسان تلف ہو جائے، الایہ کہ جہاں انسانی جان کا تلف کرنا از روئے قانون لازمی ہو گیا ہو۔

ان صفحات میں ہم اسلامی شریعت کے تعزیری مقاصد اور ان کے نتائج سے قدرے بحث کریں گے اور اس کے بعد انسان کے بنائے ہوئے قانون کے تعزیری مقاصد سے بھی بحث ہوگی تاکہ انسانی قانون اور الہی شریعت کے درمیان تقابل ممکن ہو سکے۔ وہ مقاصد مختصراً

حسب ذیل ہیں :-

زجر و توبیخ | امام زیلعی متن کنز کی شرح میں کہتے ہیں کہ تعزیری سزا کا مقصد زجر و توبیخ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعزیری سزاؤں کو زواجر غیر مقررہ کہتے ہیں، یعنی ایسی سزائیں جو مقرر

زجر کے معنی مجرم کو عادی مجرم بننے یا جرائم میں حد سے گزرنے سے روکنا ہے۔ غیر مجرم کے لحاظ سے زجر کے معنی ہوں گے اسے ارتکاب مجرم سے روکنا۔ کیونکہ مجرم کے علاوہ دوسرا شخص یہ جانتا ہے کہ مجرم کے ارتکاب کرنے والے کو جو سزا دی گئی ہے، وہ صرف اس کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر اس نے بھی اس جرم کا ارتکاب کیا تو وہ اس پر بھی لازماً جاری ہوگی۔ چنانچہ زجر سے دہرا فائدہ ہوگا، ایک تو مجرم دوبارہ جرم کے ارتکاب سے رک جائے گا اور دوسرے غیر مجرموں کے لئے بھی یہ سزا باعثِ عبرت ہوگی۔ وہ اس جرم کے ارتکاب سے باز رہیں گے بلکہ اس کے ماحول سے بھی دُور بھاگیں گے۔ لفظ تعزیر کے لغوی اور قانونی دونوں معنوں سے یہ ظاہر ہوتا

۱۔ شرح التلویح علی متن الکنز، ج ۲، ص ۲۱۰، طبع اول ۱۳۱۳ھ۔ فصول الاستروشنی

ص ۲ - السندی ج ۷، ورقہ ۵۹۸، ص ۱-۱

۲۔ الاستروشنی، ص ۵۷، کہتے ہیں: جو شخص ایسی بات کرے جو کفریہ کلمات کے قریب ہو تو اسے بھی سخت تعزیری سزا دی جائے گی تاکہ وہ آئندہ ایسی بات کرنے سے باز آجائے۔ السندی ج ۷، ورقہ ۵۹۸، ص ۱ میں لکھتے ہیں: "تعزیر برے افعال کے دہرانے سے روکتی ہے"، "تعزیر درحقیقت مفسدانہ افعال کی عادت سے روکنے اور تنبیہ کرنے کا نام ہے" ورقہ ۵۹۹، ص ۱ "تعزیری سزا کو اپنی معنویت کے لحاظ سے قانونی حیثیت دی گئی ہے کہ قبیح افعال کے مرتکب کے لئے زجر تو بیخ واجب ہے تاکہ وہ ان سے بھی زیادہ قبیح افعال کے ارتکاب سے باز رہے۔"

مالکیہ، شوافع اور حنابلہ بھی تعزیر کے اس مفہوم کے بارے میں حنفیہ کے ساتھ متفق ہیں

ہیں۔ ملاحظہ ہو مالکیہ کا تبصرہ الحکام، ابن فرحون، مطبوعہ بر حاشیہ فتح العلی الممالک، ج ۲

ص ۳۶۶، ۳۶۸-۳۷۰، اور شوافع کے نزدیک نہایت المحتاج، ج ۷، ص ۱۷۴،

الاحکام السلطانیہ، الماوردی، ص ۲۲۳ اور حنابلہ کے نزدیک کشاف القناع، ج ۳، ص ۷۳،

ہے کہ شارع کا مقصد لوگوں کو جرائم سے باز رکھنا ہے۔

۳ السنہ، ج ۷، ورق ۵۹۸ میں لکھتے ہیں "مغرب" میں تعزیر کے لغوی معنی ممانعت اور باز رکھنے کے ہیں۔ تعزیری سزا بھی انسان کو قبائح کی عادت سے روکتی ہے۔ کہا جاتا ہے - عزرت فلانا، جب آپ اس کے ساتھ ایسا سلوک کریں کہ وہ اسے قبائح کے ارتکاب سے روک دے اور وہ انہیں چھوڑ دے، جیسا کہ امام رازی نے کہا ہے۔ امام زرخشری کشف میں لکھتے ہیں: "وآمنتم بفسلی وعزرتموہم یعنی تم نے ان کی مدد کی اور انہیں دشمن کے ہاتھوں سے باز رکھا۔ اسی مادے سے لفظ تعزیر نکلا ہے جس کے معنی پھیرنا اور شر و فساد کی عادت سے باز رکھنے کے ہیں۔۔۔۔ صاحب ضیاء العلوم نے لکھا ہے کہ تعزیر ایک ایسی سزا ہے جو حد سے کم ہوتی ہے اور اس کا مقصد تادیب ہوتا ہے۔ اور تعزیر کے معنی تعظیم اور مدد کے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "تعزروا" یعنی تم نبی کی مدد کرو گے! اس پر صاحب بحر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "صاحب ضیاء العلوم نے جو کچھ کہا ہے، وہ اس لفظ کے لغوی معنی ہیں۔ اور صاحب "المغرب" نے جو کچھ کہا ہے وہ اس لفظ کے قانونی معنی ہیں۔" میں سمجھتا ہوں صاحب المغرب نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی اس لفظ کا لغوی مفہوم ہے جیسا کہ ہم اوپر کشف کے حوالے سے نقل کر آئے ہیں۔ البتہ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس کی علت غائیہ کو بھی بیان کر دیا ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو خود قانونی تعزیر میں بھی "نصرت" کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ کیونکہ جس شخص کو مار پیٹ کی تعزیری سزا دی جاتی ہے، گویا تعزیر دہندہ ایک طرح اس کی مدد کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اسے برائی سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اپنے مہیائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم" کسی نے دریافت کیا حضور اس کی توہم مدد اس لئے کریں کہ وہ مظلوم ہے مگر ظالم کی مدد کیونکر کریں۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ ظالم کی مدد یوں کہ آپ اس کا ہاتھ پکڑ لیں اور اسے ظلم کرنے سے باز رکھیں اور مذکورہ شخص کو بھی حد سے کم درجے کی تادیب کی گئی اور اسے دوبارہ ارتکاب (باقی اگلے صفحہ پر)

وہ جرائم جو مستوجب تعزیر ہیں دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جن میں کسی ناجائز فعل کا ارتکاب کیا گیا ہو اور دوسرے جن میں کسی واجب العمل کام کو ترک کیا گیا ہو۔ اس لئے محرمات میں "منع" کا مفہوم ارتکابِ جرم سے رکنا ہوگا، مگر ترک واجب کی صورت میں منع کا مفہوم ترک عمل سے رکنا ہوگا۔ یعنی اسے سزا اس لئے دی جائے گی کہ وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو سرانجام دیتا رہے۔ مثلاً تارکِ صلوٰۃ، مانعِ زکوٰۃ اور دوسرے انسانی حقوق نہ ادا کرنے والوں کو تعزیری سزا اس لئے دی جاتی ہے کہ وہ ان فرائض کو سرانجام دیں۔ یہ یاد رہے کہ بعض اوقات ان دوسرے قسم کے جرائم پر قسم اول یعنی ارتکابِ محرمات کے مقابلے میں زیادہ سزا دی جاتی ہے، کیونکہ ترک واجب سے روکنے کے معنی یہ ہیں کہ اسے اداء واجب پر مجبور کیا جائے، لہذا ایسے مجرم کو یکے بعد دیگرے سزادی جاسکتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے فرض کو ادا کرے۔ لہذا ایسی سزا اس وقت تک جاری رہے گی جب تک جرم کا ارتکاب جاری رہے۔ ایسے حالات میں بھی تعزیریں سزا سے مقصد حاصل کیا جاسکتے ہیں۔ یہ مفہوم اس شخص کی نسبت سے ہے جس نے جرم کا ارتکاب کیا۔ یعنی جس نے فعل حرام کا ارتکاب کیا یا اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی برتی۔ لیکن عوام الناس کی نسبت سے تعزیر کا مفہوم یہ ہوگا کہ ایک عام آدمی مجرم کو سزا پاتے دیکھ کر ارتکابِ جرم یا ترک واجب سے باز آجائے کیونکہ اسے یقین ہو جائے گا کہ اگر اس نے جرم کا ارتکاب کیا تو اسے بھی یہی سزا دی جاسکتی ہے۔ چونکہ تعزیری سزا کا مقصد مجرم کو ارتکابِ جرم سے باز رکھنا ہے۔ اس لئے یہ سزا اس قدر ہونی چاہیے جس سے یہ مقصد پورا ہو جائے۔ نہ تو اس قدر کم ہو کہ مجرم ارتکابِ جرم سے باز نہ آئے اور نہ اس قدر زیادہ ہو کہ جس کی ضرورت نہ ہو، بس مقصد پورا ہو جس کے لئے یہ

دگرشتہ صفحے آگے، ظلم سے روکا گیا۔ لہذا درحقیقت دونوں کے مفہوم میں کوئی خاص فرق نہیں ہے، جیسا کہ المغرب اور ضیاء العلوم کے مصنف نے لکھا ہے۔

کے تبصرۃ الحکام، مطبوعہ برجائیشہ فتح علی مالک ج ۲، ص ۳۶۶۔ السیاستۃ الشرعیۃ،

ابن تیمیہ ص ۵۵۔ الحسبۃ فی الاسلام، ابن تیمیہ، ص ۳۹، ۴۳۔

۵ شرح الزیلعی، ج ۳، ص ۲۱۔ حاشیہ ابن عابدین، ج ۳، ص ۱۸۳

سزا تجویز کی گئی۔ آگے چل کر نفاذ سزا کے باب میں ہم اس پر بحث کریں گے کہ جب تعزیری سزا کا مقصد مجرم کو ارتکاب جرم سے روکنا ہے، تو یہ بات ضروری ہے کہ مختلف لوگوں کے لئے وہ مختلف ہو۔ کیونکہ لوگ کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ بعض لوگ محض پند و نصیحت سے بھی رک جاتے ہیں۔ بعض لوگ ایک دو تھپڑ کھانے سے ہی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ بعض کو اچھی خاصی مار پیٹ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض کو سزائے قید کی ضرورت ہوتی ہے۔ نیز جس طرح مختلف مجرموں کے لئے مختلف سزائیں ہوتی ہیں، اسی طرح مختلف جرائم کے لئے بھی مختلف سزائیں ضروری ہوتی ہیں۔

بعض جرائم ایسے ہوتے ہیں جن میں صرف ایسی سزا ہی مفید ہوتی ہے جس کی مدت متعین نہ ہو۔ ایسے جرائم میں مجرم کو غیر معین مدت کے لئے قید میں رکھا جاتا ہے اور پہلے سے سزا کی مدت کا تعین نہیں کیا جاتا۔ ایسے جرائم میں سزا کی ميعاد کا تعین مجرم کی اصلاح نفس اور توبہ کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ ایسی سزا محدودے چند جرائم یا ایسے خطرناک مجرموں کو دی جاتی ہے جن کی اصلاح حال اس کے بغیر ممکن نہ ہو۔ اور نہ ہی ایسے مجرموں کی اذیت رسانی سے عوام محفوظ رہ سکتے ہوں۔ چنانچہ ایسی سزا دینے کے متعدد فوائد ہیں۔ اس سے ایک تو ان کے ارتکاب جرم کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ عوام الناس ان کی ایذا رسانی سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ دوسروں کے لئے یہ سزا تازیانہ عبرت بھی ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس سزایابی سے خود مجرم کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جیب تک وہ توبہ نہ کرے وہ یہ سزا بھگتا رہے گا۔

بعض حالات ایسے ہوتے ہیں کہ سزائے موت کے سوا کوئی تہیہ و سزا مفید نہیں ہوتی۔ مثلاً بعض ایسے جرائم جو بار بار کئے جانے سے سخت نوعیت اختیار کر لیتے ہیں جبکہ ان کے مماثل

۱۔ فصول الاستروشنی، ص ۲۰، تبصرة الحکام لابن فرحون، ج ۲، ص ۳۶۸-۳۷۰،

نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، ج ۷، ص ۱۷۷- الاحکام السلطانیۃ الماوردی،

ص ۲۲۳- کشف القناع ج ۳، ص ۷۵

جرائم میں شائع کی طرف سے سزائے موت مقرر رکھی ہو۔ یا ایسے مجرموں کے لئے جو عادی مجرم بن گئے ہوں اور ان کی حالت یہ ہوگئی ہو کہ ان پر کسی دوسری سزا کا کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔ مثلاً کسی کو وزن دار چیز کے نیچے دبا دینا اور قتل کر دینا، گلا گھونٹ دینا، لواطت (امام ابوحنیفہ کے نزدیک) جبکہ ان جرائم کا ارتکاب بار بار کیا جائے۔ غرض ان جرائم کے ارتکاب کی صورت میں بعض اوقات سزائے موت دی جاتی ہے تاکہ مجرم اپنے جرم کی سزا پائے۔ اور معاشرہ اس کی اذیت سے نجات پائے۔ اور ملک جرائم سے پاک ہو۔ کیونکہ ایسے شخص کی مثال عصو فاسد کی سی ہے، جسم سے اس کا کٹ جانا ہی دوسرے اعضاء کے لئے بہتر ہے۔ اسی طرح معاشرے کو ایسے فرد سے پاک کر دینا ہی دوسرے افراد معاشرہ کے لئے مفید ہے۔ اس سزا کے ذریعہ ایک تو مجرم کے لئے پھر ارتکاب جرم کے مواقع نہیں رہتے، دوسرے معاشرہ کے بقیہ افراد کے لئے بھی یہ سزائے موت سامانِ عبرت بن جاتی ہے اور اس کے بعد بیشتر لوگ ایسے جرم کے ارتکاب سے خود بخود باز آجاتے ہیں۔

اسلامی قانون نے سزاؤں کے معاملے میں صرف تخریفِ عبرت آموزی | اصلاح اور تربیت

اور زجر و توبیح ہی کو پیش نظر نہیں رکھا بلکہ اس نے بذاتِ خود مجرم کی بھی خاص رعایت ملحوظ رکھی ہے۔ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اسلامی قانون نے، مجرم کی اصلاح و تربیت اور اس کی ہدایت و نصیحت کو مقاصد سزاؤں میں سرفہرست رکھا ہے تاکہ لوگ محض دینی جذبہ اور دلی خواہش کی بنا پر ارتکابِ جرم سے باز رہیں۔ مجرم محض خوف سزا کی وجہ سے جرم سے باز نہ رہیں بلکہ وہ پاکی نفس، جرم سے نفرت اور خوفِ خدا اور حصولِ رضائے الہی کے پیش نظر ارتکابِ جرم سے باز رہیں، کیونکہ معاصی و حقیقتِ حدودِ الہی ہوتے ہیں اور حدودِ الہی سے تجاوز کا مطلب یہ ہے کہ انسان نے راہِ حق سے انحراف کر لیا ہے اس نے امر الہی سے سربمباری اختیار کی ہے، لہذا وہ سزا کا مستوجب ہو گیا ہے۔ یہ دینی جذبہ جرائم کی توبیح کئی اور معاشرے کو جرائم سے پاک کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس جذبہ کی وجہ سے مجرم ارتکابِ جرم سے پہلے سوچتا ہے کہ اسے اللہ دیکھ رہا ہے اور یہ کہ اللہ وہ ذات ہے جو نظر باز کو بھی دیکھ رہی ہے بلکہ وہ دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔ دنیا میں وہ پکڑا جائے

یا بچ نکلے آخرت کے عذاب سے وہ اپنے آپ کو کسی صورت میں نہ بچا سکے گا۔ یہی وہ طریقہ ہے جس کی طرف تمام اہل علم مائل ہیں جس کے حصول کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور جسے انتہائی دشواریوں کے بعد حاصل کیا جاتا ہے۔

اسلامی شریعت میں اس جذبے کی اہمیت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ تعزیری سزا کی غرض و غایت مجرم کی تربیت اور تادیب و اصلاح ہے۔ اس سزا سے اس کے نفس کی تربیت ہو جاتی ہے اور وہ جرائم سے باز آ جاتا ہے نیز مسلم معاشرہ بھی اس سے اصلاح پذیر ہو جاتا ہے اور ٹھوس بنیادوں پر استوار ہو جاتا ہے۔ آئندہ سزائے قید کی بحث میں آپ پڑھیں گے کہ جس دوام کی ميعاد صرف یہ ہے کہ مجرم تائب ہو جائے اور اصلاح قبول کر لے۔ جس دوام کی وجہ سے اس کی ایسی اصلاح ہو جائے اور اس کے اندر ایسا دینی جذبہ پیدا ہو کہ از خود جذبہ دینی کے تحت جرم سے باز آ جائے جسے یہی جو

کے شرح الزیلعی علی متن الکنز، ج ۳، ص ۲۱۱، طبع اول ۱۳۱۳ھ لکھتے ہیں: "تعزیری سزا اصلاح و تادیب کے لئے دی جاتی ہے"۔ "فصول الاستروشنی ص ۲" لکھتے ہیں: "تعزیری سزا تادیب و اصلاح کے لئے ہوتی ہے۔ البتہ حد میں ضروری نہیں ہے کہ تادیب مقصود ہو"۔

ایضاً ص ۲۳ - تبصرة الحکام، ابن زحون ج ۲، ص ۳۶۶، یہ کتاب فتح العلی الملائک کے حاشیے پر مطبوع ہے۔ لکھتے ہیں: "تعزیری سزا کا مقصد تادیب، حکمت عملی اور زجر و توبیح ہے"۔ الحکام السلطانی، الماوردی، ایضاً ص ۲۲۴ لکھتے ہیں "تعزیر کا مقصد تادیب، حکمت عملی اور زجر و توبیح ہے"۔ ایضاً ص ۲۲۴ پر لکھتے ہیں: "تعزیری سزا ایسے جرائم پر دی جاتی جس میں حد مشروع نہ ہو۔ یہ اس لحاظ سے حد کے مماثل ہے کہ اس کا مقصد بھی تادیب حکمت عملی اور زجر و توبیح ہے۔ البتہ یہ مختلف جرائم میں مختلف ہوتی ہے"۔ "کشاف القناع" ج ۳، ص ۴، ص ۴۳، المغنی، ابن قدامة ج ۱۰، ص ۳۴۹ - الشرح الکبیر، مطبوعہ بر حاشیہ حوالہ سابق، ص ۲۶۱

۵ حاشیہ ابن عابدین، ج ۳، ص ۱۸۷

ہے کہ فقہاء نے کہا ہے کہ تعزیر کی مشروعیت کا مقصد مجرم کی تطہیر ہے۔ اس کے ذریعے مجرم کا نفس جرائم کی میل کچیل سے پاک و صاف ہو جاتا ہے، مجرم جادہ مستقیم پر قائم ہو جاتا ہے۔ مجرمین کے دائرہ سے باہر آ جاتا ہے اور پاکیزہ لوگوں کے معاشرے میں داخل ہو جاتا ہے۔^۹

اسلامی شریعت، جس میں سزائے تعزیر کا مقصد اصلاح اور زبرد تو بیخ ہے چاہتی ہے کہ ایک ایسا صالح معاشرہ تعمیر کیا جائے، جس میں محبت و آشتی کا دور دورہ ہو۔ بغض و عداوت کے اسباب کا خاتمہ ہو جائے۔ ہر شہری اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس رکھتا ہو اور اس معاشرے میں شرکی راہ واضح ہو تاکہ لوگ اس سے بچیں اور خیر کی راہ بھی واضح ہو تاکہ لوگ اسے لہولت اختیار کر سکیں اور اس میں جرم کے مواقع کم سے کم ہوں۔ یہ وہ بلند مقصد ہے جس کے لئے دور حاضر کے علماء اور مصلحین کوشاں ہیں۔ مسلم فقہاء کی اکثریت نے اس موضوع پر اظہار خیال کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ "تعزیر کی ضرورت اس لئے پڑتی ہے کہ معاشرے سے فساد دور ہو اور دنیا فساد و برائی سے پاک ہو جائے" بلکہ گزشتہ صفحات میں تعزیر کے جو اغراض و مقاصد بیان کئے گئے ہیں ان سے مطلوب یہ ہے کہ مستقبل میں جرائم کا صدور نہ ہو، چاہے خود مجرم سے ہو یا دوسرے لوگوں سے۔

فقہاء کے اقوال اور روح شریعت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اغراض و مقاصد کے علاوہ تعزیری سزا کے کچھ اور مقاصد بھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ جرم بذات خود ایک مذموم چیز ہے۔ یہ انصاف کے شعور کو مجروح کرتا ہے اور افراد معاشرہ کے دلوں

۹۔ ایضاً ص ۱۸۳۔ فصول الاستروشنی، ص ۲، السندی ج ۷، ورقہ ۵۹۹، ص ۲
 نے شرح الزبلی علی متن الکنز ج ۳، ص ۲۰۰، لکھتے ہیں: "غیر مقررہ سزائوں کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ دنیا سے فساد دور ہو، جس طرح حدود (مقررہ سزائوں) کی ضرورت ہوتی ہے۔ حاشیہ ابن عابدین ج ۳، ص ۱۸۲۔ کشاف القناع عن متن الاقناع، ج ۳، ص ۲، ۷۶۔ المحبۃ فی الاسلام، ابن تیمیہ ص ۳۹۔ السیاسة الشرعیہ، ابن تیمیہ ص ۵۵

میں مجرم کے خلاف نفرت پیدا کرتا ہے اور مظلوم کے حق میں ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ سزا درحقیقت ایک معاشرتی رد عمل ہے، جو ارتکاب جرم کے خلاف بصورت سزا برپا ہوتا ہے۔ گویا معاشرہ سزا کی صورت میں مجرم سے انتقام لیتا ہے۔ کیونکہ جرم کا ارتکاب کر کے مجرم نے دراصل پورے معاشرے کی بے حرمتی کی ہوتی ہے۔ نیز اس سزا سے مظلوم کو بھی تسکین اور تسلی ہوتی ہے اور مجرم کے خلاف نفرت اور کراہیت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ مجرم جو سزا پاتا ہے اس سے ایک تو اس کے ارتکاب کردہ گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے، دوسرے اس کے نفس کی تطہیر ہو جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ معاشرے کا اجتماعی شعور تسکین پاتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ اس سزا کے ذریعے معاشرے میں انصاف قائم ہوتا ہے۔

اسلامی شریعت نے سزا دہی کے معاملے میں ان تمام چیزوں مقاصد تعزیر کے منافی باتیں سے اجتناب کیا ہے جن میں مجرم کو اذیت دی جائے اور اس کی انسانیت تباہ ہو۔ نیز اس سزا کی ممانعت کی ہے۔ جس میں انسان کا وجود ضائع ہو۔ یعنی جہاں وجود کا صنایع از روئے قانون ضروری نہ ہو۔ کیونکہ اصول یہ ہے کہ تعزیری سزا بذریعہ ہلاکت نفس نہ دی جائے گی اور سزا بہر حال بحد مناسب ہوگی۔ سزا متعین کرتے وقت جرم اور مجرم دونوں کے حالات کو پیش نظر رکھا جائے گا۔ اور اذیت دہی، انسانیت کی تباہی اور ہلاکت نفس ایسے امور میں داخل ہے، جس کا شریعت کے مقرر کردہ اغراض تعزیر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ذیل میں شرح الکنتر میں اس روش کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں: "تعزیری سزا کا مقصد تادیب و ترتیب ہے۔ ایسی سزا دیتے وقت مجرم کا ہلاک و برباد کر دینا جائز نہیں ہے۔ اس

۱۱ فصول الاشروشنی فی التعزیر ص ۲ - حاشیہ ابن عابدین ج ۳، ص ۱۸۳ - السندی، ج ۷، ورقہ ۵۹۸، ص ۲، ورقہ ۶۰۱، ص ثانیہ ورقہ ۶۰۲ ص ۱ - کشاف القناع عن متن الاقتاع، ج ۳، ص ۲، ۳، لکھتے ہیں: "تعزیری سزا بھی مظلوم کے لئے ایک قسم کا قصاص ہوتا ہے اور اس طرح مجرم سے گویا اس کا حق لیا جاتا ہے۔"

سزا کے نفاذ میں شرط یہ ہے کہ مجرم صحیح سلامت رہے۔^{۱۲} مثلاً گوروں کی تعزیری سزا میں یہ ضروری ہے کہ مجرم ہلاک نہ ہو۔ کیونکہ اگر مجرم ہلاک ہو گیا تو یہ سزا گوروں کی تعزیری سزا نہ رہے گی۔ لہذا کوئی ایسی سزا جس کے نتیجے میں آدمی کے ہلاک ہونے کا احتمال ہو، از روئے قانون ممنوع ہے۔ چاہے ہلاک ہونے کا احتمال آٹھ ضرب سے پیدا ہو یا مجرم کی ذات اور اس کی صحت کے نتیجے میں پیدا ہو یا اس مقام کی وجہ سے پیدا ہو جہاں ضرب کی سزا کا نفاذ ہو رہا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے ایسے مقامات جسم پر ضرب کی سزا دینے سے منع کیا ہے جس سے انسان کے مرنے کا احتمال ہو۔

راجح قول یہ ہے کہ مجرم کے چہرے، شرم گاہ، پیٹ اور سینے پر مارنا منع ہے۔^{۱۳} بعض فقہاء نے تھپیٹر (SLAP) کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس سے آدمی کی تذلیل و

^{۱۲} شرح الزیلعی علی متن الکنز، ج ۳، ص ۲۱۱ لکھتے ہیں: "حد اور تعزیر کا مقصد تادیب ہے، اس میں اٹلاف منع ہے۔۔۔۔۔ اس کا نفاذ سلامتی مجرم سے مشروط ہے۔" تبصرۃ الحکام، ابن فرحون ج ۲، ص ۳۶۹، اس میں لکھتے ہیں: "اس میں تعزیر اس حد تک جائز ہے کہ مجرم کے سلامت رہنے کا امکان اغلب ہو۔ اس سے آگے بڑھنا جائز نہیں ہے۔" مناسب یہ ہے کہ سزا دیتے وقت، بقدر ضرورت سزا پر اکتفا کیا جائے، جس قدر مجرم کو آئندہ سزا سے باز رکھنے کے لئے ضروری ہو۔ اس سے زیادہ سزا ہرگز نہ دی جائے۔" نہایت المحتاج الی شرح المنہاج ج ۲، ص ۱۷۷۔ کشاف القناع عن متن الاقناع، ج ۲، ص ۴۷، لکھتے ہیں: "جس شخص کو تعزیری سزا دی جائے، اس کے کسی عضو کو کاٹنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اسے زخمی کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اسلامی شریعت میں کسی بھی معتبر شخص سے ایسی کوئی چیز منقول نہیں ہے۔ نیز تعزیری سزا دینے کا مقصد مجرم کی تادیب اور تربیت ہے۔ اور اگر اسے مرے سے مار ڈالا جائے تو تربیت کس کی ہوگی۔۔۔۔۔ الغنی، ابن قدامة ج ۱۰، ص ۳۷۷۔"

توہین ہوتی ہے اور یہ شریعت میں ممنوع ہے۔ بطور تعزیر منہ کالا کرنے کی سزا کو بھی فقہاء نے حرام قرار دیا ہے۔ بعض فقہاء جھوٹی شہادت دینے والے کے لئے اس کے قائل ہیں۔ لیکن فقہاء کی اکثریت اس طرف گئی ہے کہ یہ سزا بھی منع ہے۔^{۱۵} کیونکہ یہ ایک طرح صورت بگاڑنا (DISFIGUREMENT) ہے جو شریعت میں ممنوع ہے۔ بطور تعزیر قتل کرتے وقت یہ ضروری ہے کہ آلہ قتل تیز ہوتا کہ مجرم کی جان لیسہولت نکل جائے۔ اس طرح کہ مجرم زندہ نہ بچ سکے۔ نیز آلہ قتل کندھی نہ ہو، کیونکہ اس طرح مجرم کا حلیہ بگڑ جاتا ہے اور یہ اسلامی شریعت کے مقاصد میں داخل نہیں ہے۔

جدید قوانین میں تصور سزا

مختلف ادوار میں سزا کے مقاصد مختلف رہے ہیں۔ مثلاً انتقام کا دور، گناہ کے کفارے کا دور اس کے بعد تحریف اور لوگوں کو وارثت کا جرم سے روکنے کا دور اور آخر میں اصلاح اور تربیت کا دور۔^{۱۶} البتہ اعراض و مقاصد کے اعتبار سے نظام سزا کے مختلف ادوار کی یہ تقسیم جس میں ہر دور

^{۱۴} حاشیہ ابن عابدین، ج ۳، ص ۱۸۴۔ فضول الاستروشنی فی التعزیر۔ لکھتے ہیں: "تحقیق لگانے کے ذریعہ تعزیری سزا دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تحقیق و تدلیل کا انتہائی طریقہ ہے۔"
^{۱۵} فضول الاستروشنی فی التعزیر، ص ۳۰۔ لکھتے ہیں: "جھوٹی شہادت میں منہ کالا کرنے کی تعزیری سزا دینا بالاجماع ممنوع ہے۔" کشاف القناع، ج ۴، ص ۷۵ اور اس میں لکھتے ہیں: "نیز داڑھی منڈوانے سے تعزیری سزا دینا بھی ممنوع ہے کیونکہ یہ حلیہ بگاڑتا ہے۔ اور نہ ہی منہ کالا کرنا جائز ہے۔"

^{۱۶} الاحکام العامہ فی قانون العقوبات، مصنفہ ڈاکٹر سعید مصطفیٰ سعید طبع ۱۹۵۷ء مطابق ۱۳۷۷ھ ص ۸ اور اس کے بعد نیز ص ۵۲۱ تا ۵۲۳۔ اس حوالے میں بتایا گیا ہے کہ جدید نظام ہائے قانون میں انتقام اور تلافی مافات (بدلہ) دونوں کو مقاصد کی فہرست سے نکال دیا (باقی اگلے صفحہ پر)

کی کچھ خصوصیات بیان کی جاتی ہیں، مبالغہ آمیزی سے خالی نہیں ہے۔ درحقیقت اس تقسیم کا

دگر-شہ صفحہ سے آگے گیا ہے۔ ان نظاموں میں جو اعراض ہیں وہ سب کی سب اصلاحی اور افادی قسم کی ہیں:

اصلاحی مقصد یہ ہے کہ سزا ایک قسم کا اجتماعی رد عمل ہے جو مجرم کے خلاف غضب اور مظلوم کے حق میں جذبات شفقت کے سبب سے پیدا ہوتا ہے۔

افادی مقصد یہ ہے کہ معاشرے کو مستقبل میں ایسے جرائم کے ارتکاب سے بچایا جائے۔ یہ ارتکاب مجرم کی جانب سے ہو یا کسی دوسرے کی جانب سے ہو اور سزا کے ذریعے یہ مقصد حاصل ہوتا ہے۔ مجرم ارتکاب جرم سے یوں باز رہ سکتا ہے کہ وہ اصلاح اور خوف سزا کی وجہ سے دوبارہ جرم کے ارتکاب کا تصور ہی نہ کرے گا اور وہ از خود ارتکاب جرم سے باز رہے گا۔ کبھی یہ رکاوٹ اس طرح پیدا کی جاتی ہے کہ مجرم کو مستقبل میں ارتکاب جرم کے قابل ہی نہ رہنے دیا جائے۔ مثلاً یوں کہ اُسے معاشرے سے دُور کر دیا جائے۔ مجرم کے علاوہ دوسرے لوگوں کو یوں بچایا جاتا ہے کہ انہیں مجرم کی تقلید سے باز رکھا جائے اور ان کے دلوں میں اس جرم کے خلاف نفرت پیدا کی جائے اور یہ مقصد ارباب اور تحویف کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ جس سے لوگوں کے حفظ جان و مال کا انتظام ہوتا ہے۔ القانون الجنائی القسم القام۔ الاستاذ علی بدوی ص ۱۱ اور اس کے بعد۔ اس میں لکھتے ہیں:

انسان کے بنائے ہوئے قوانین اپنی موجودہ شکل کو پہنچنے پہنچنے کئی ادوار سے گزرتے ہیں۔ بعض مصنفین نے ان ادوار کی تقسیم یوں کی ہے: الفرادی انتقام کا دُور (PERIODE DE LA VENGEANCE PRIVEE) خدائی اور عام انتقام کا دُور یعنی کفارے اور گناہ سے روکنے کا دُور (PERIODE VENGEANCE PUBLIQUE)

(INTIMIDATION) VENGEANCE DIVINE) (EXPIATION)

انسانی دُور (PERIODE HUMANITAIRE) اور علمی دُور (PERIODE DE LA VENGEANCE PRIVEE)
(باقی اگلے صفحہ پر)

مقصد یہ نہیں ہے کہ ان مقاصد کا ایک مخصوص زمانہ اور دور ہے اور اس زمانے اور دور میں سزا کے دوسرے مقاصد بالکل مفقود تھے۔ کیونکہ کسی دور میں بھی نظام سزا میں کسی ایک مقصد

(گزشتہ صفحہ سے آگے) (SCIENTIFIQUE) انفرادی انتقام کے دور کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ اس میں سزا کا اختیار خود فرد کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ سزا دہی میں ان کا جذبہ یہ ہوتا تھا کہ آئندہ کے لئے کوئی بھی ان کے تشخص پر دست درازی نہ کرے۔ نیز اس سزا دہی میں وہ مجرم سے بھرپور انتقام لینے کے جذبات بھی رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں انتقام کی کوئی حد مقرر نہ تھی۔ اور بعض اوقات انتقام حد ضرورت سے زیادہ ہو جاتا تھا اور اس کے نتیجے میں قبائل کے درمیان عظیم لڑائیاں چھڑ جاتی تھیں۔

الہی انتقام (DIVINE VENGEANCE) کا مقصد مجرم کو گناہ سے پاک کرنا ہوتا تھا۔ عام انتقام اور اجتماعی سزا کا مقصد یہ تھا کہ مجرم جرم سے باز رہے اور دوسرے لوگ اس کی سزا سے عبرت پکڑیں۔ انتقام اور عبرت آموزی کی بنیاد پر سزا دہی کے نظام میں کئی تعارض تھے۔ مثلاً یہ کہ یہ سزا بہت ہی شدید اور حد سے بڑھی ہوئی ہوتی تھی۔ اور اس نظام میں سزائے موت بہت کثرت سے دی جاتی تھی۔ نیز اس نظام میں مجرم کا حلیہ بگاڑ دیا جاتا تھا اور سخت سنگدلی کا مظاہرہ کیا جاتا تھا اور مجرم کی اصلاح و تہذیب کا کوئی تصور اس نظام میں نہیں پایا جاتا تھا اور سب سے زیادہ یہ کہ اس نظام میں حکام اور ججوں کو سزائیں مقرر کرنے کے وسیلے اختیارات حاصل تھے اور وہ ان اختیارات کو استعمال کرنے میں کسی ضابطے کے پابند نہ تھے۔

رہا انسانی دور تو درحقیقت اس میں سزا دہی کے نظام میں اعتدال، شفقت اور مجرم کی اصلاح و تہذیب کے مقاصد داخل ہوئے۔ نیز اسی دور میں اجتماعی معاہدے کا نظریہ بھی ظہور پذیر ہوا۔ (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک فرد کو حکومت کے مقابلے میں ہر قسم کی آزادی حاصل ہے، البتہ اسے اپنی آزادی کے ایک معمولی حصے سے، اجتماعی اور معاشرتی ضرورت کی خاطر دستبردار ہونا پڑتا ہے اور یہ دستبرداری بھی اس کی اپنی سلامتی اور مفاد کے لئے ضروری) (باقی اگلے صفحہ پر)

ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ ان ادوار کا مقصد صرف یہ ہے کہ ان میں بعض مقاصد کو دوسرے مقاصد پر ترجیح دی گئی ہے۔ یعنی اس دور میں یہ مقصد دوسرے مقاصد کے مقابلے میں اہم سمجھا گیا ہے۔

(گزشتہ صفحے سے آگے) ہوتی ہے۔ نیز اسی دور میں مشہور اطالوی مفکر بیکیا کا نظریہ سزا مقبول ہوا جس کے مطابق سزا کا عدل اور اجتماعی مصلحت کے مطابق ہونا ضروری ہے اور اگر سزا اجتماعی ضرورت سے زیادہ ہو تو وہ ظلم قرار پائے گی۔ نیز یہ کہ سزا کا مقصد ایذا رسانی اور گناہوں سے پاک کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد مجرم کو دوبارہ ارتکابِ جرم سے باز رکھنا اور دوسرے افراد معاشرہ کو عبرت دلانا ہے۔

علمی دور میں اطالوی مدرسہ فکر سامنے آیا۔ اس مدرسہ فکر کی اساس درج ذیل افکار

پر ہے:

۱۔ سزا کا ایک علمی مقصد اور وظیفہ ہے۔ یعنی معاشرے کو جرائم سے بچانا۔ یہ مقصد اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ مجرم کو دوبارہ ارتکابِ جرم سے باز رکھا جائے اور دوسرے لوگوں کو اس کی مطابقت کرنے سے روکا جائے۔ پہلے طریقے کو مخصوص بچاؤ (SPACIAL PREVENTION) اور دوسرے طریقے کو (GENERAL PREVENTION) کہتے ہیں۔

۲۔ یہ کہ تمام جرائم اپنی نوعیت، مدت وقوع اور نظم کے اعتبار سے، ایسے نہیں ہوتے کہ ان میں تمام مجرمین کو ایک سطح پر تصور کیا جائے اور ان کی حالت ایک جیسی منظور ہو، اور یہ کہ جرم کے حدود صرف جرم سے متعین ہوں گے اور ان میں مجرم کے حالات کا کوئی بھی لحاظ نہ رکھا جائے گا۔ بلکہ جرم کو علمی مشاہدات اور علمی تجربات کی روشنی میں دیکھا جائے گا۔ مثلاً جرم کے ارتکاب کے واقعات، وہ حالات جن میں جرم کا ارتکاب ہوا۔ وہ اسباب جن کی وجہ سے جرم کا ارتکاب ہوا، اور خود مجرم کی حالت کو بھی مد نظر رکھا جائے گا۔

۳۔ یہ کہ معاشرے کو جرائم کے خلاف جنگ کرتے وقت ان اسباب کا بھی قلع قمع کرنا چاہیے جو ارتکابِ جرائم پر منتج ہوتے ہیں تاکہ اچھے طریقے سے ان کا مقابلہ کیا جاسکے اور معاشرے سے (باقی اگلے صفحہ پر)

مثلاً انفرادی انتقام کا دور جو تمام ادوار میں سب سے پہلے آتا ہے، وہ کفارہ گناہ کے تصور سے بالکل خالی نہیں رہا ہے۔ اور نہ یہ کہ اس دور میں تخیلیت اور دوسرے لوگوں کی عبرت آموزی

دگرشتہ صفحہ سے آگے) انہیں ختم کیا جاسکے۔

اس کے بعد توفیقی مکتب فکر سامنے آیا۔ اس مکتب نے مکتب قدیم مدرسہ فکر یعنی نظریہ عدل اور انفرادی آزادی اور جدید مدرسہ فکر یعنی جرائم کے مقابلے میں معاشرے کی ممانعت کے قدیم و جدید مدرسہ ہائے فکر کے درمیان موانعت پیدا کی۔ اس تیسرے مدرسہ فکر کی بنیاد اس نظریہ پر ہے کہ سزا کے دو مقاصد ہوتے ہیں۔ ایک قیام عدالت یعنی سزا کو اپنی شدت کے اعتبار سے جرم کی مقدار اور اہمیت سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔ اور اجتماعی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ سزا کا تعین مجرم کے میلان جرم اور معاشرے کے لئے اس کی خطرناکی اور مضرت پر مبنی ہونا چاہیے۔ مذکورہ بالا حوالہ میں یہ کہا گیا ہے کہ دور جدید میں سزا دہی کا جو از قیام عدل اور معاشرہ کی حفاظت کے مقاصد کے تحت پیدا ہوتا ہے، اور عدل کا مقتضایہ ہے کہ سزا مجرم کی خطا سے متناسب ہو اور اس میں مجرم کی حالت کی خطرناکی اور دوسرے مقاصد پیش نظر نہیں رکھے جاتے اور ایسی ہی سزا صحیح معنوں میں سزا ہوتی ہے۔ نیز معاشرہ کے بچاؤ کے مقصد کے پیش نظر یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ سزا کو مجرم کی خطرناک حالت اور اس کے میلان جرم کے متناسب ہونا چاہیے اور اس میں اس کے اونچے ارادوں اور جرم کی مقدار کا لحاظ نہیں رکھنا چاہیے۔ اس صورت میں جو سزا بھی دی جائے اس کا مقصد معاشرہ کا بچاؤ اور امن کا قیام ہوگا۔ سزا کی ان دو بنیادوں سے دو فرض پورے ہوتے ہیں۔ پہلا اخلاقی یعنی عوامی شعور کو اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ معاشرے کی امن و سلامتی کی ضمانت دے۔ اور اس صورت میں عوام کے جذبہ انتقام کو بھی تسکین ملتی ہے۔ اور دوسرا اجتماعی یعنی مجرم کو تخیلیت، اصلاح نفس اور اسے معاشرے سے ہٹا دینے کے ذریعے دوبارہ ارتکاب جرم سے باز رکھا جائے اور اس کے خلاف اٹھائے جانے والے اقدامات کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی ارتکاب جرم سے بطور عبرت آموزی باز آجائیں۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

کے مقاصد ناپید تھے۔

جدید قوانین کے ماہرین میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ دورِ جدید کے مقاصد سزائیں، ذاتی انتقام اور کفارہ گناہ کے مقاصد مفقود ہو گئے ہیں۔ اب سزا کا مقصد صرف اصلاح و تہذیب اور عبرت آموزی ہی ہے۔

تقابلی مطالعہ

دورِ جدید کے قوانین کے اعراض و مقاصد کے اس مختصر بیان کے بعد اس بات کا اظہار مناسب ہوگا کہ اسلامی شریعت نے ان تمام قوانین سے بہت پہلے ذاتی انتقام کو سزا کے اعراض و مقاصد سے خارج کر دیا تھا۔ کیونکہ اسلامی قانون نے سزا ہی میں بطور انتقام سگدی اور مجرم کا حلیہ بگاڑنے کی سخت ممانعت کی ہے۔ نیز اسلامی قانون میں تعزیری سزائوں کی تشریح کے جو اسباب ہیں، وہ عموماً ان اسباب سے جدا نہیں جو جدید قوانین میں زمانہ قدیم سے زمانہ حال تک کی انقلابی تبدیلیوں کے نتیجے میں سامنے آئے ہیں۔ بلکہ اسلامی شریعت

(گزشتہ صفحہ سے آگے) دیکھیے موجز القانون الجنائی۔ مصنفہ ڈاکٹر علی راشد طبع ۱۹۵۱ء، فقرہ

۳۳۹- اس میں لکھتے ہیں کہ سزا کے مقاصد کو یوں مختصر کیا جاسکتا ہے:

۱۔ افادی مقصد یعنی معاشرے کو جرائم کی مضرت سے بچانا اور یہ مقصد یوں حاصل ہوتا ہے کہ مجرم کو زجر و اصلاح کے ذریعے دوبارہ ارتکابِ جرم سے باز رکھا جائے۔ اسے "منع خاص" (SPACIAL PREVENTION) کہتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کو بذریعہ ارہاب و تخویف

اور عبرت آموزی ارتکابِ جرم سے باز رکھا جائے اور اسے منع عام (GENERAL PREV-

ENTION) کہتے ہیں اور اس مقصد کا تقاضا یہ ہے کہ سزا مقدارِ جرم سے متناسب ہو۔

۲۔ دوسرا مقصد اخلاقی ہے یعنی قیامِ عدل اور یہ دو طرح سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک طرف

مجرم کو اس کے جرم پر سزا دینے سے اور دوسری طرف اس کے خلاف معاشرے میں پیدا ہونے والے اجتماعی شعور کی تسکین سے۔ اور اس مقصد کا تقاضا یہ ہے کہ شدت کے لحاظ سے

سزا مجرم کی ذمہ داری اور مسئولیت سے متناسب ہو۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ مصر کا قانون جرائم ان دو بنیادی مقاصد یعنی قیامِ عدل اور معاشرتی

مصلحت کے درمیان توافق پیدا کر کے مرتب کیا گیا ہے۔

دور جدید کے تمام نظاموں سے، بعض پہلوؤں کے لحاظ سے، اس قدر ممتاز ہے کہ اس نے بعض سخت جرائم کو ایک متعین ذریعے اور طریق اصلاح سے بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا علاوہ ازیں اسلامی شریعت نے مجرم کی اصلاح اور اس کے اندر دینی جذبہ پیدا کرنے کی انتہائی کوشش کی تاکہ اسلامی معاشرہ سے فساد اور بد امنی ختم کی جاسکے۔

(عربی کتاب "التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ" سے ماخوذ)

آغا شورش مرحوم

۲۴ اور ۲۵ اکتوبر کی درمیانی شب آغا شورش کاشمیری دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آغا صاحب ایک عرصہ سے ذیابیطس کے مرض میں مبتلا تھے لیکن ان کی موت حرکت قلب بند ہونے سے واقع ہوئی۔ رحلت کے وقت مرحوم کی عمر ۶۱ برس تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی رحلت کے لئے یقیناً یہی دن مقرر کر رکھا تھا۔ لیکن ہم اہل زمین ابھی ان کی موت کے لئے تیار نہ تھے شاید اس لئے کہ ہمیں ابھی ان کی ضرورت تھی۔ اس لئے ان کے ساتھ ارتحال کو بے وقت کی موت ہی کہا جائے گا اور پھر ہم انسانوں کے لئے تو ہر موت ناگہانی اور بے وقت ہی ہوتی ہے۔

جائے حسرت مر لئے فانی ہے مورد مرگ ناگہانی ہے

آغا شورش کاشمیری کی موت کو پاکستان کے قومی حلقوں میں جس طرح محسوس کیا گیا وہ آغا صاحب کی قومی اور ملی خدمات کا ایک ادنیٰ اعتراف ہے۔ آغا صاحب کی بے وقت موت سے ہماری قومی زندگی میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پورا ہونا محال ہے۔ قومی زندگی کے مختلف شعبوں میں ان کی گرانقدر خدمات کو آسانی سے فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔ وہ ایک باشعور ادیب، بلند پایہ شاعر، شعلہ نوا مقرر اور نامور صحافی تھے لیکن ان کا سب سے نمایاں وصف یہ تھا کہ انھوں نے اپنے دل و دماغ کی جملہ صلاحیتوں کو ملک و ملت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ وہ اسلام، مسلمانوں اور پاکستان کے سچے فدائی تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ملی خدمات کو مشرف قبول عطا کرے اور انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین!